قرآن وسنت کی روشنی میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتیں

موسی خان

چکیدہ

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو جسے خداوند متعال نے اپنے رسول کے قلب پر نازل کیا تاکہ پیغمبر اکرم ص نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیں اور برے کام کرنے والوں کو عذاب الہی سے ڈرا سکیں۔ زمین، آسمان اور ان میں موجود تمام چیزوں کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ انسان ان نعمتوں کا فائدہ اٹھا کر اپنی دنیا اور آخرت سنوار دیں۔ انسان ایک جسمانی مخلوق ہونے کے ناطے جسمانی ضرورتوں کا حامل ہے وہ زمین پر ایک خاص محدودیت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اس لئے انسان سب سے پہلے مادی ضرورتوں سے روبرو ہوتا ہے، مادی ضرورتیں اگر پوری نہ ہو جائیں تو انسانی وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے جیسے مناسب غذا، مناسب کپڑا اور مناسب مکان وغیرہ۔ اسلام انسان کی مادی زندگی کے لئے کسب معاش اور کسب وکار کا اہتمام کرتا ہے اور لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے جو حیات انسان کو جاری رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس مقالہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کو اجمالی طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بنیادی کلمات

قرآن کریم، سنت، انسان، فردی، اجتماعی، ضروریات۔

مقدمہ

انسان کی مادی ضرورتوں کے بارے میں جاننا تمام انسانوں کے لئے ضروری ہے۔اسی لیے قرآن مجید میں خداوند متعال نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا،اور پانی ہر جاندار چیز کی حیات کا ضامن ہے۔ جیسے کہ خداوند متعال اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرماتا ہے : جوہر حیات اور اس کے آثار سے لذت حاصل کرنے کے لئے قوت اور طاقت کی ضرورت ہے اور قوت کے بغیر زندگی کی بقا ممکن نہیں ہے۔اس نگاہ سے روٹی اور دوسری اشیائے خورد ونوش کا مزہ صرف کھانے اور زیادہ استعمال میں نہیں ہے بلکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی فرامین کی روشنی میں مزہ، قوت کے حصول، عمل کی طاقت، چست و چالاک رہنے اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کوشش کرنے کا نام ہے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں : طَعْمُ الْمَاءِ الْحَيَاةُ وَ طَعْمُ الْخُبْزِ الْقُوَّةُ " پانی زندگی کا مزہ ہے اور روٹی قوت کا مزہ ہے"

ہر جاندار کی زندگی کیلئے غذا کی اشد ضرورت ہے،اور خدا نے جتنی بھی مخلوقات بنائی ہے وہ سب ہمیشہ اس جہان فانی میں رہنے نہیں آئے ہیں ،وہ زندہ رہنے کے لیے کھانا کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں کہ اسی لئے انسانی زندگی پر مادی اثرات مرتب ہوتے ہے۔ مادیات کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا،اس لئے انسان مادیات کو حاصل کرنے کے لئے سعی و محنت کرتے ہیں۔

اسلام انسانی جسم اور اُس میں موجود روح کے ارتقاء اور تکامل کے لئے ہدایت فراہم کرتا ہے اور انسانی جسم کی توہین شخصیت کی توہین ہے۔اگر کوئی اس گناہ کا مرتکب ہو تو وہ سزا کا حقدار ہے۔اسلام جسمانی صحت وسلامتی کے لئے ایک خاص اہمیت کا قائل ہے۔ ایک طرف سے ورزش اور تمرین کا انسان کی سلامتی کے ساتھ گہرا رابطہ ہے۔ دینی تعلیمات میں جسم کی سلامتی کا خیال رکھنے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔خداوند متعال فرماتا ہے: وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكاً قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَ اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ "اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا: اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، کہنے لگے: اسے ہم پر بادشاہی کرنے کا حق کیسے مل گیا؟ جب کہ ہم خود بادشاہی کے اس سے زیادہ حقدار ہیں اور وہ کوئی دولتمند آدمی تو نہیں ہے، پیغمبر نے فرمایا: اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسے منتخب کیا ہے اور اسے علم اور جسمانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے اور اللہ اپنی بادشاہی جسے چاہے۔

انسان کے حقیقی وجود کو اس کا روحانی اور معنوی پہلو مرتب کرتا ہے، لیکن اگر انسان خود کو غیر سمجھے گا تو ظاہر ہے کہ اس نے دوسرے فرد کے وجود کو اپنا وجود سمجھا ہے۔ قرآن کے اعتبار سے بعض خود فراموش افراد ہمیشہ اپنی حقیقی جگہ ، حیوانیت کو بٹھاتے

ہیں اور جب حیوانیت انسانیت کی جگہ قرار پا جائے تو یہی سمجھا جائے گا کہ جو بھی ہے یہی جسم اور مادی نعمتیں ہیں، تو ایسی صورت میں انسان مادی جسم اور حیوانی خواہشات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کی دنیا بھی مادی دنیا کے علاوہ کچھ نہیں ہے ،ایسے حالات میں خود فراموش انسان کہے گا، کہ :وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ''میں گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت بھی ہے''اور کہے گا کہ :مَا هِيَ لاّ حَيَاتُنَا الدُّنيَا نَمُوتُ وَ نَحيَا وَ مَا يُهلِكُنَا لاّ الدَّهرُ ''ہماری زندگی تو بس دنیا ہی ہے، مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو تو بس زمانہ ہی مارتا ہے''

انسان کی فردی ضرورتیں:

قرآن مجید اور سنت میں انسان کی فردی ضروریات کو جا بجا ایک خاص انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ا۔آب و غذا

خداوند متعال نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا،اور پانی ہر جاندار چیز کی حیات کا ضامن ہے۔اور پانی کے بغیر جاندار کی بقاء کو حاصل ہے۔جیسے کہ خداوند متعال اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرماتا ہے :وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور ہر جاندار کو پانی سے قرار دیا ہے۔"جوہر حیات اور اس کے آثار سے لذت حاصل کرنے کے لئے قوت اور طاقت کی ضرورت ہے اور قوت کے بغیر زندگی کی بقا ممکن نہیں ہے۔اس نگاہ سے روٹی اور دوسری اشیائے خورد و نوش کا مزہ صرف کھانے اور زیادہ استعمال میں نہیں ہے بلکہ ائمہ معصومین کی فرمایشات کی روشنی میں مزہ، قوت کے حصول، عمل کی طاقت، چست و چالاک رہنے اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کوشش کرنے کا نام ہے جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: طَعْمُ الْمَاءِ الْحَيَاةُ وَ طَعْمُ الْخُبْزِ الْقُوَّةُ "پانی زندگی کا مزہ ہے اور روٹی قوت کا۔"

ہر جاندار کی زندگی کیلئے غذا کی اشد ضرورت ہے ،اور خدا نے جتنی بھی مخلوق بنائی ہے وہ سب ہمیشہ اس جہان فانی میں رہنے نہیں آئے ،اور زندہ رہنے کے لیے کھانا کھاتے ہیں۔

وَ مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لاَ يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوا خَالِدِينَ "اور ہم نے ان لوگوں کے لئے بھی کوئی ایسا جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتا ہو اور وہ بھی ہمیشہ رہنے والے نہیں تھے۔"وَ هُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحماً طَرِيّاً

"اور وہی وہ ہے جس نے سمندروں کو مسّخر دیا ہے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاسکو۔"

وَ أَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَ لَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ "اور ہم جس طرح کے میوے یا گوشت وہ چاہیں گے اس سے بڑھ کر ان کی امداد کریں گے۔"فلولا الخبز ما صلّینا و لاصمنا و لاادّینا فرائض ربّنا عزّوجل

"اگر روٹی نہ ہوتی تو ہم نہ نماز پڑھتے نہ روزہ رکھتے اور نہ اپنے پرروردگار کے واجبات کو انجام دیتے۔"وَ اعْلَمْ يَا مُفَضَّلُ أَنَّ رَأْسَ مَعَاشِ الْإِنْسَانِ وَ حَيَاتِهِ الْخُبْز "اے مفضل جان لو کہ! انسان کی زندگی کا اساسی سرمایہ روٹی اور پانی ہے۔"

اللَّحْمُ مِنَ اللَّحْمِ مَنْ تَرَكَهُ أَرْبَعِينَ يَوْماً سَاءَ خُلُقُهُ كُلُوهُ فَإِنَّهُ يَزِيدُ فِي السَّمْعِ وَ الْبَصَرِ "گوشت گوشت سے ہے اگر کوئی چالیس دن کے لئے گوشت کو ترک کرے تو اس کے اخلاق برے ہو جائیں گے۔ گوشت کھائیں کہ یہ قوت سماعت اور بصارت کو بڑھادے گا۔"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْوَاسِعِ الْفَاضِلِ الْمُفْضِلِ رِزْقاً وَاسِعاً حَلَالًا طَيِّباً بَلَاغاً لِلْآخِرَةِ وَ الدُّنْيَا هَنِيئاً مَرِيئاً "پروردگارا! میں تیری رحمت واسعہ اور فضل واسع کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے رزق حلال جو دنیا وآخرت دونوں کے لئے پاک و منزہ ہو عنایت کرے۔"

۲۔ لباس کی ضرورت

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ عَشَرَةُ أَقْمِصَةٍ يُرَاوِحُ بَيْنَهَا قَالَ لَا بَأْسَ اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ آدمی جس کے پاس دس کپڑے ہیں کیا ان کو یکی بعد دیگری پہن سکتا ہے؟ توامام علیہ السلام نے جواب دیا ہاں اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: مَا أَصْبَحَ بِالْكُوفَةِ أَحَدٌ إِلَّا نَاعِماً إِنَّ أَدْنَاهُمْ مَنْزِلَةً لَيَأْكُلُ الْبُرَّ وَ يَجْلِسُ فِي الظِّلِّ وَ يَشْرَبُ مِنْ مَاءِ الْفُرَاتِ "کوفہ والوں کی حالت ٹھیک ہے سب سے کم حیثیت والاانسان بھی گندم کی روٹی کھاتا ہے اس کا اپنا گھر ہے اور آب گوارا سے محظوظ ہوتا ہے۔"

لباس کی اہمیت میں خداوند متعال قرآن کریم میں بنی آدم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے: يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَ رِيشاً وَ لِبَاسُ التَّقْوَى ذلِكَ خَيْرٌ ذلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ

"اے اولادُ آدم ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جس سے اپنی شرمگاہوں کا پردہ کرو اور زینت کا لباس بھی دیا ہے لیکن تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے یہ بات آیات الٰہیہ میں ہے کہ شاید وہ لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔"

اورمزید فرمایا: وَ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ

"اور اللہ ہی نے تمہارے لئے ایسے پیراہن بنائے ہیں جو گرمی سے بچا سکیں اور پھر ایسے پیراہن بنائے ہیں جو ہتھیاروں کی زد سے بچا سکیں. وہ اسی طرح اپنی نعمتوں کو تمہارے اوپر تمام کر دیتا ہے کہ شاید تم اطاعت گزار بن جاؤ۔"

اسلام زندگی کا دین ہے اور زندگی کے کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا ہے زندگی کے تمام پہلوؤں کو ایک جامع نظر سے دیکھتا ہے اور ہر پہلو کے لئے ایک خاص حکم صادر کرتا ہے۔ اسلام مادی ضرورتوں کو ایک مقدمہ کے عنوان سے دیکھتا ہے کہ یہ ضرورتیں معنویت اور روحانیت کی طرف سفر کرنے والی شاہراہ پر چلنے کے لئے لازم ہیں۔

کتب حدیث اور منابع روائی میں اس بارے میں کئی ابواب ذکر ہوئے ہیں، مثلاً

۱۔ مرحوم کلینی کتاب مستطاب کافی میں ایک باب (الزی والتجمل والمروۃ) خوبصورتی اور مروت کے بارے میں لکھے م ہیں اور اس باب کے ذیل میں کئی اور ابواب کو بھی جمع کرتے ہیں ان میں سے تجمل اور اظہار نعمت، باب لباس، باب سواد اور وسمہ، باب سرمہ، باب حمام اور باب خوشبو نامی ابواب میں زیبائی اور خوبصورتی کے بارے میں احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۲۔ شیخ رضی الدین طبرسی نے اپنی مکارم الاخلاق نامی کتاب کو بھی اسی عنوان کے ساتھ مختص کیا ہے اور اس کے ابواب کو اس طرح بنایا ہے: باب آداب التنظیف والتطیف والتکحل والتدھن والسواک (صفائی کرنے، خوشبو لگانے، سرمہ لگانے، سر میں تیل لگانے اور مسواک کرنے کے آداب (

۳۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار کا پورا ایک جلد اسی عنوان کے لئے مختص کیا ہے اور باب التجمل ولبس الثیاب الفاخرۃ والنظیفۃ (تجمل اور صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا) وغیرہ

۴۔ علامہ فیض کاشانی نے بھی کتاب الوافی کی بیسویں جلد میں ایک باب (ملابس و تجملات) کو اسی عنوان کے ساتھ مختص کیا ہے۔

۵۔ شیخ حر عاملی نے وسائل الشیعہ ج سوم میں پورے تہتر ابواب کو اسی عنوان کے ساتھ مختص کیا ہے۔

۶۔ مرحوم میرزا حسین نوری نے بھی کتاب مستطاب مستدرک الوسائل کی پہلی جلد میں کئی ابواب اسی عنوان کے ساتھ مختص کیا ہے۔

فلسفہ لباس

لباس زندگی کی ضروریات میں سے ہے یہ لباس کبھی واجب ہے جیسے مردوں کے لئے ستر عورت اور خواتین کے تمام بدن کا ڈھانپنا اور اخلاقی پہلو کا حامل ہے جیسے واجب کے علاوہ باقی لباس، اس کے علاوہ لباس ظاہری خوبصورتی کا بھی باعث ہے اور مومنین کے لئے سزاوار ہے کہ وہ سج دھج کر معاشرے میں زندگی کریں۔ اب یہ کہ لباس کس طرح کا ہونا چاہیئے یہ تو ان کی جیب پر منحصر ہے۔ اگر نادار ہوں تو صرف ضرورت کی حد پر اکتفاء کریں اگر دولت مند ہوں تو اچھا لباس زیب تن کریں اور مولا کا متقین کی توصیف میں فرمانا کہ "وملبسھم الاقتصاد "یعنی متقین کا لباس بھی میانہ ہے اس مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ متعدد لباس کا ہونا خود ایک قسم کی میانہ روی ہے اور بنیادی طور پر لباس انسان کی سماجی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۳۔ آرائش کی ضرورت

انسانی زندگی کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا زینت اور آرائش بھی ہے جن کا تعلق اگرچہ انسان کے بدن اور اشیاء کے ظاہری حصے سے ہے لیکن فلسفہ زینت اس سے کہیں بڑھ کر انسان کی روح اور جان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام کی پاک سیرت میں یہ بھی نظر آتا ہے یہ ہستیاں گھر کے اندر تو سخت اور موٹے کپڑے پہنتی تھیں تاکہ کہیں ناداروں اور فقیروں سے دور نہ جائیں لیکن جب لوگوں میں نمایاں ہوتی تھیں، تو سج دھج کر بہترین کیفیت میں تشریف لاتی تھیں۔ جب آنکھیں، دل اور جان حضرت انسان کی طرف متوجہ ہوں اور ظاہری طور پر آراستہ، تمیز، منظّم اور موزون ہو تو اسے دیکھ کر لوگ خوش ہو جاتے ہیں، اور ایک کامل مومن کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ چہرہ حشاش بشاش لباس صاف ستھرا، چال چلن زیبا اور ایک دوسرے سے ملتے ہوئے خوش اخلاق ہوتا ہے۔ لیکن اگر چہرہ ابر آلود، گیسوئیں غبار آلود اور بات کرتے ہوئے غصہ اور ناراضگی کے عالم میں بات کرتا ہو تو لوگوں کا اس دل اٹھ جاتا ہے اور ایک منفی تاثیر دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ اسی لئے خود کو سجانا اور ظاہری طور پر خود کو خوبصورت بنانا سماجی حقوق میں سے ہے۔ ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ اس حق کی رعایت کرے۔

یہ سجنا سجانا ایک مرد کا اپنی بیوی کے سامنے اور ایک عورت کا اپنے شوہر کے سامنے زیادہ اہمیت کا حامل ہے دین مقدس میں اس کی بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔ میاں بیوی جب ایک دوسرے کے لئے خود کو آراستہ کرتے ہیں تو مرد کے لئے زیباترین زن اپنی بیوی

ہے اور عورت کے لئے زیباترین مرد اپنا شوہر ہے لیکن اس کے برعکس اگر عورت اپنے شوہر کے لئے خود کو زیبا نہ کرے یا مرد اپنی بیوی کی خاطر خود کو آراستہ نہ کرے تو بسا اوقات دامن عفت بھی چھوٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام فرماتے تھے: لِيَتَزَيَّنْ أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ، كَمَا يَتَزَيَّنُ لِلْغَرِيبِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يَرَاهُ فِي أَحْسَنِ الْهَيْئَةِ "اپنے مومن بھائی کی خاطر اس طرح خود کو سجائیں کہ جس طرح وہ غیرں کے لئے خود کو آراستہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ غیر اسے بہترین شکل میں دیکھے۔"

قرآن مجید میں اس کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے، جیسے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

" پیغمبر! آپ پوچھئے کہ کس نے اس زینت کو جس کو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور پاکیزہ رزق کو حرام کر دیا ہے اور بتایئے کہ یہ چیزیں روزِ قیامت صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو زندگانی دنیا میں ایمان لائے ہیں . ہم اسی طرح صاحبان علم کے لئے مفصل آیات بیان کرتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت پاک میں آیا ہے کہ وہ اپنے بالوں کو رنگ کرتے تھے اور اسے اجر اور ثواب کا وسیلہ قرار دیتے تھے:

عَنْ ذَرْوَانَ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ الثَّانِي ع فَإِذَا هُوَ قَدِ اخْتَضَبَ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَدِ اخْتَضَبْتَ فَقَالَ نَعَمْ إِنَّ فِي الْخِضَابِ لَأَجْراً أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ التَّهْيِئَةَ تَزِيدُ فِي عِفَّةِ النِّسَاءِ أَ يَسُرُّكَ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَرَأَيْتَهَا عَلَى مِثْلِ مَا تَرَاكَ عَلَيْهِ إِذَا لَمْ تَكُنْ عَلَى تَهْيِئَةٍ؟ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ ذَاكَ قَالَ وَ لَقَدْ كَانَ لِسُلَيْمَانَ ع أَلْفُ امْرَأَةٍ فِي قَصْرٍ ثَلَاثُمِائَةٍ مَهِيرَةٌ وَ سَبْعُمِائَةٍ سُرِّيَّةٌ وَ كَانَ يُطِيفُ بِهِنَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَة

"ذروان مدائنی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن امام ہادی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شرفیاب ہوا، دیکھا کہ آپ نے ابھی خضاب کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان! خضاب کئے ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں خضاب کے لئے بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ کیا تم نہیں جانتے ہیں کہ مرد کا خود کو آراستہ کرنا عورت کی عفت اور پاکدامنی میں اضافہ کا باعث بنتا ہے (جب مرد خود کو آراستہ کرتا ہے تو اس کی بیوی دوسروں کی طرف رغبت نہیں کرے گی) کیا تم پسند کروگے کہ جب گھر لوٹو تو اپنی بیوی کو غبار آلود اور بری شکل میں دیکھو؟ میں نے عرض کیا: نہیں یا بن رسول اللہ۔ اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا

تمہاری بیوی بھی اسی طرح ہے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لئے ایک ہزار عورتیں تھیں کہ ان میں تین سو بیویاں اور سات سو کنیزیں تھیں اور آپ ہر شب روز ایک کے پاس جاتے تھے۔"

اسی طرح ان ہستیوں کی سیرت میں ہے وہ زیبا اور خوبصورت کپڑے (لوگوں کے لئے) اور اس کے اندر سخت اور موٹے اونی کپڑے (خدا کے لئے) پہنتے تھے: وَ قَالَ سُفْيَانُ دَخَلْتُ عَلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ عَلَيْهِ جُبَّةُ خَزٍّ دَكْنَاءُ وَ كِسَاءُ خَزٍّ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ تَعَجُّباً فَقَالَ لِي يَا ثَوْرِيُّ مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيْنَا لَعَلَّكَ تَعْجَبُ مِمَّا تَرَى فَقُلْتُ لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ هَذَا مِنْ لِبَاسِكَ وَ لَا بَاسِ آبَائِكَ قَالَ يَا ثَوْرِيُّ كَانَ ذَلِكَ زَمَانَ إِقْتَارٍ وَ افْتِقَارٍ وَ كَانُوا يَعْمَلُونَ عَلَى قَدْرِ إِقْتَارِهِ وَ افْتِقَارِهِ وَ هَذَا زَمَانٌ دْ أَسْبَلَ كُلُّ شَيْءٍ عَزَالِيَهُ ثُمَّ حَسَرَ رُدْنَ جُبَّتِهِ فَإِذَا تَحْتَهَا جُبَّةُ صُوفٍ بَيْضَاءُ يُقصِّرُ الذَّيْلُ عَنِ الذَّيْلِ وَ الرُّدْنَ عَنِ الرُّدْنِ وَ قَالَ يَا ثَوْرِيُّ لَبِسْنَا هَذَا لِلَّهِ تَعَالَى وَ هَذَا لَكُمْ فَمَا كَانَ لِلَّهِ أَخْفَيْنَاهُ وَ مَا كَانَ لَكُمْ أَبْدَيْنَاهُ

"سفیان ثوری نقل کرتا ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے ایک ایسا خوبصورت کپڑا (جُبَّةُ خَزٍّ دَكْنَاءُ) زیب تن کیا ہوا تھا جو گہرا سیاہ مائل بہ سرخی تھا، میں تعجب کے ساتھ آنحضرت علیہ السلام کا نظارا کر رہا تھا، اس وقت آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ثوری! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تعجب کے ساتھ مجھے دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا بن رسول اللہ یہ آپ اور آپ کے آباواجداد کے لباسوں میں سے تو نہیں تھا! امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ثوری! اس زمانے میں ہر طرف فقر و تنگدستی کا دور دورا تھا لوگ زیادہ تر فقیر تھے تو میرے آباواجداد اسی زمانے کے مطابق عمل کرتے تھے لیکن اب وہ زمانہ نہیں ہے نعمتوں کی فراوانی ہے۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے اپنے آستین مبارک کو اوپر کیا تو میں نے دیکھا کہ ایک اونی کپڑا اس کے اندر ہے جس کے آستینیں کوتاہ دامن بھی کوتاہ ہے، اس وقت فرمایا: اے ثوری! یہ ہمارا لباس ہے جو خدا کے لئے پہنتے ہیں اور اوپر والا لباس تم لوگوں کے لئے پہنتا ہوں، جو خدا کے لئے ہے اسے مخفی کرتے ہیں جو تم لوگوں کے لئے ہے اسے ظاہر کرتا ہوں۔"

قرآن کریم بھی انسانوں کو زینتوں اور زیورات سے فائدہ اٹھانے کی طرف دعوت دے رہا ہے اور خدا کی طیبات کو خود پر حرام قرار دینے سے سختی سے منع کر رہا ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً "کہہ دیجیے: اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق کو کس نے حرام کیا؟ کہہ دیجیے: یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لیے ہیں۔"

اسی طرح عبادت کے وقت پھولوں کی خوشبو سے استفادہ کرنا، گھر والوں کے رہتے ہوئے خود کو خوشبو لگانا، گھر سے باہر جاتے ہوئے خود کو معطر کرنا بھی ایک سماجی، اخلاقی اور انسانی حق ہے یہ دینداری اور خوش اخلاق کی علامت بھی ہے؛ چونکہ زندگی محبتوں اور الفتوں کی بنیاد پر قائم ہے اور ایک فعال انسان سماج کی آبرو ہے اس کے لئے تمام مادی اور معنوی اوصاف سے متصف ہونے کی ضرورت ہے تاکہ سماجی تعلقات اور ایمانی رشتوں میں ایک مثالی انسان بن سکے اس لئے خوشبو لگانے کو پیغمبروں کے اخلاق میں سے شمار کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک میں آیا ہے کہ آپ سفر میں عطر سے غفلت نہیں کرتے تھے اسی طرح امام صادق علیہ السلام کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ مسجد میں آپ کی جگہ کو آپ کی خوشبو اور جائے سجدہ سے پہچانا جاتا تھا۔

۴۔ گھر کی ضرورت

ایک انسان کے لیے اُس کی پناہ گاہ کا ہونا بہت ہی ضروری ہے، جس میں وہ اپنی ضروریات کی اشیاء کو محفوظ کر سکیں اور رات بسر کر سکے۔ اگر ایک انسان گھر نہ بنائے تو اُس کے لیے اُس کی اپنی زندگی تنگ ہو جائے گی۔ وہ جب رات کو سوئے گا تو وحشی درندوں کا خوف لے کر سوئے گا۔ اس لیے خداوند متعال نے انسانوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ اللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَناً وَ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتاً تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ إِقَمَتِكُمْ

"اور اللہ ہی نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو وجہ سکون بنایا ہے اور تمہارے لئے جانوروں کی کھالوں سے ایسے گھر بنادئے ہیں جن کو تم روزِ سفر بھی ہلکا سمجھتے ہو اور روزِ اقامت بھی ہلکا محسوس کرتے ہو۔"

مکان اور رہنے کی جگہ بھی انسانی کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ ایک معاشرہ میں تمام افراد کے لئے مکان کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ امام علی علیہ السلام کے دار الحکومت شہر کوفہ میں امام علیہ السلام کی تدبیر اور عدالت کی وجہ سے سب کے سب مکان والے تھے۔ بعض روایات میں مکان کی وسعت اور گشادگی کو اہمیت دی گئی ہے اور اسے سعادت میں سے شمار کیا گیا ہے، البتہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مکان ایک خاندانی نیک اہداف کے حصول کے لئے وسیلہ بنے، اس بات کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب کئی افراد ایک ہی مکان میں ساکن ہوں اس وقت کم سے کم ہر ایک کے لئے کمرے موجود ہوں جن میں وہ آرام کر سکیں مطالعہ کر سکیں وغیرہ تاکہ ایک خاندان کے افراد مختلف نفسیاتی بیماریوں سے بچ سکیں، اس بارے میں ائمہ معصومین علیہم السلام کی جانب سے خاص دستورات بھی ہیں۔

۵۔ نظافت اور صفائی کی ضرورت

اسلام نے متعدد مقامات پر نظافت اور صفائی کی تاکید کی ہے، دین کی نگاہ میں گندگی اور نجاست ایک منفور کام اور خدا کی ناراضگی کا باعث ہے۔ نہانا (جو کہ صحت کے اسرار میں سے اک سر بھی ہے) کم از کم دو دن میں ایک بار انجام دینے کی تاکید کی ہے۔ دین مقدس اسلام کے بہت سارے احکام معنوی آثار اور برکات کے ساتھ ساتھ ظاہری فوائد کے بھی حامل ہیں جیسے غسل اور وضوء اور ان کے آداب وغیرہ۔ پانی اسلام میں پاک کرنے والی چیزوں میں سے ایک ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گندہ بدبودار اور غبار آلود انسانوں سے نفرت کرتے تھے۔ جب آپ ص سے غبار آلود اور کثیف انسان سے برتاؤ سے متعلق پوچھا گیا تو آپ ص نے فرمایا: مِنَ الدِّينِ الْمُتْعَةُ وَ إِظْهَارُ النِّعْمَةِ

"اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور ان کا اظہار کرنا دینداری ہے۔"

اس نظر سے ذاتی اور سماجی نظافت اور صفائی انسان کی ان ضرورتوں میں سے ہے جن میں جسم کی سلامتی، نشاط روحی، نفسیاتی سکون، واجبات دینی کی ادائیگی، سماج کی خدمت کا جذبہ اور دیگر ہزاروں فوائد چھپے ہوئے ہیں۔

۶۔ جسمانی توانائی کی ضرورت

اسلامی ثقافت میں دوسری ثقافتوں کے برخلاف جسم انسان کوئی حقیر چیز نہیں ہے۔ اسلام اس بات کا معتقد ہے کہ جسم انسان روح کی ارتقاء اور تکامل کے لئے وسیلہ ہے اور جسم کی توہین شخصیت کی توہین ہے۔ اگر کوئی اس گناہ کا مرتکب ہوا تو وہ سزا کا حقدار ہے۔ اسلام جسمانی صحت وسلامتی کے لئے ایک خاص اہمیت کا قائل ہے۔ ایک طرف سے ایکسرسائز اور تمرین کا انسان کی سلامت کے ساتھ گہرا رابطہ ہے۔ دینی تعلیمات میں جسم کی سلامتی کا خیال رکھنے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے: وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكاً قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَ اللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

"اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا: اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، کہنے لگے: اسے ہم پر بادشاہی کرنے کا حق کیسے مل گیا؟ جب کہ ہم خود بادشاہی کے اس سے زیادہ حقدار ہیں اور وہ کوئی دولتمند آدمی تو نہیں ہے، پیغمبر نے فرمایا: اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسے منتخب کیا ہے اور اسے علم اور جسمانی طاقت کی فراوانی سے نوازا ہے اور اللہ اپنی بادشاہی جسے چاہے عنایت کرے اور اللہ بڑی وسعت والا، دانا ہے۔"

وَ لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَ اسْتَوَى آتَيْنَاهُ حُكْماً وَ عِلْماً وَ كَذلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ "اور جب موسیٰ رشد کو پہنچ کر تنومند ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔"

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ "ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا: اے ابا! اسے نوکر رکھ لیجیے کیونکہ جسے آپ نوکر رکھنا چاہیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو طاقتور، امانتدار ہو۔"

وَ اذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوا آلاَءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون "اور یاد کرو جب قوم نوح کے بعد اس نے تمہیں جانشین بنایا اور تمہاری جسمانی ساخت میں وسعت دی (تنومند کیا)، پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، شاید تم فلاح پاؤ"

امام سجاد علیہ السلام ماہ مبارک رمضان کی دعاؤں میں سے کسی ایک دعا میں خدا سے مانگتے ہیں کہ: اللَّهُمَّ أَعْطِنِي السَّعَةَ فِي الرِّزْقِ .....وَ الصِّحَّةَ فِي الْجِسْمِ وَ الْقُوَّةَ فِي الْبَدَن "اے میرے اللہ! مجھے رزق میں وسعت و برکت، جسم میں صحت و سلامتی اور بدن میں قوت و توانائی عطا کر۔"

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَا سَبَقَ إِلَّا فِي حَافِرٍ، أَوْ نَصْلٍ، أَوْ خُفٍّ "مسابقہ اور مقابلہ (جس میں شرط لگائی جائے) صرف تین چیزوں کے علاوہ صحیح نہیں ہے۔ گھڑ سواری (اور ایسے حیوانات پر سوار ہونا جن کے پاؤں میں سم یعنی نعل لگائی جاتی ہے)، اونٹ سواری (اور ایسے حیوانات پر سوار ہو کر مقابلہ کرنا جن کے پاؤں میں نعل نہیں ہوتی) اور تیر و تلوار وغیرہ (ایسا ہتھیار جو سخت تیز اور کاٹنے والا ہو) کا مقابلہ۔" مرّ النبی صلی الله علیه و آله وسلم برجلین کانا یتصارعان فلم ینکر علیهما "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو آدمیوں سے گزر ہوا یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کشتی لڑ رہے تھے آپ ص نے یہ منظر دیکھ کر انہیں منع نہیں کیا (یعنی آپ نے اپنے اس کام سے ان کی تائید فرمائی" (

اسی طرح حسنین علیہما السلام کا ایک دوسرے سے کشتی لڑنے کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ:

أبو غسان، باسناده، أن رسول اللّه صلّى اللّه عليه و آله نظر الى الحسن و الحسين عليهما السلام، و هما صبيان صغيران يصرعان، فجعل يقول للحسن: إيها حسن!.فقالت فاطمة عليها السلام: يا رسول اللّه، كأنه أحبهما إليك هو أكبرهما تقول له: إيها.قال: كلا، و لكن هذا جبرائيل عليه السلام يقول: إيها حسين

"ابو غسان اپنے اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین علیہما السلام کی طرف دیکھ رہے تھے کہ دونوں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے آپ ص نے حسن سے فرمایا حسن! حسین کو گراؤ، اس وقت جناب زہرا سلام اللہ علیہا کہنے لگی یا رسول اللہ! حسن چونکہ بڑا بیٹا ہے اس لئے آپ اسے زیادہ چاہتے ہونگے اور اس کو تشویق کر رہے ہیں۔ پیغمبر ص کہنے لگے نہیں ایسا نہیں ہے لیکن یہ جبریل ہے جو حسین ع کو تشویق کر رہے ہیں۔ (تو میں حسن کو تشویق کرتا ہوں تاکہ برابر ہو جائے۔" (

انسان کی اجتماعی ضرورتیں

ا۔ سہولیات اور فلاح و بہبود کی ضرورت

دین انسان سازی اور انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کی خاطر آیا ہے۔ جب انسان کو سب چیزیں مل جائیں جو اس کی نشو و نما اور زندگی کو چلانے کے لئے ضروری ہیں اور ان کاموں سے بچ جائے جن کا انجام فقر و ناداری ہے تو وہ اہم کاموں کے بارے میں سوچ سکتا ہے، اپنی اور دوسروں کی خاطر علمی اور تربیتی ترقی کا سوچ سکتا ہے۔ اسی چیز کا فقدان ہے کہ بہت سے انسان فقیری اور امیری، ناداری اور ثروتمندی کے اتار چڑھاؤ میں اپنی بہت سی صلاحیتوں کو کھو دیتے ہیں اور بری خصلتیں ان کے دل و ماغ میں بس جاتی ہیں، بسا اوقات قوت فکر مفلوج ہو جاتی ہے اور سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔

اسی لئے مال جمع کرنا اور ضرورت کی سہولتوں کا حاصل کرنا انسانی ضرورتوں میں سے ہے دین اسلام کی تعلیمات میں ان چیزوں کی بہت زیادہ سفارش ہوئی ہے۔ معاشرہ کے ارباب عقد و حل اور صاحب کرسی و منصب افراد پر ضروری قرار دیا گیا ہے کہ معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لئے ان سہولتوں تک رسائی کو آسان بنائیں۔ کیونکہ جس معاشرے میں فقر و ناداری کی حکمرانی ہو وہ معاشرہ قسم قسم کی بیماریوں اور برائیوں کے لئے جنم گاہ بن جاتا ہے۔

فلاح و بہبود قرآن کی نگاہ میں

وَ يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَ بَنِينَ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَاراً "وہ اموال اور اولاد کے ذریعے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنائے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔" فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَ ابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَ اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ "پھر جب نماز ختم ہو جائے تو (اپنے کاموں کی طرف) زمین میں بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

وَ لاَ تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَاماً وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلاً مَعْرُوفاً "اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤاور پہناؤاور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔"وَ تُحِبُّونَ الْمَالَ حُبّاً جَمّاً "اور مال کے ساتھ جی بھر کر محبت کرتے ہو۔"وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ "اور انہیں اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے دے دو۔"

۲۔۱ فلاح و بہبود روایت کی روشنی میں

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَخَلَقَ لَهُمُ اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ مِنْ حَرَكَاتِ التَّعَبِ وَ نَهَضَاتِ النَّصَبِ، وَ جَعَلَهُ لِبَاساً لِيَلْبَسُوا مِنْ رَاحَتِهِ وَ مَنَامِهِ، فَيَكُونَ ذَلِكَ لَهُمْ جَمَاماً وَ قُوَّةً، وَ لِيَنَالُوا بِهِ لَذَّةً وَ شَهْوَةً وَ خَلَقَ لَهُمُ النَّهَارَ مُبْصِراً لِيَبْتَغُوا فِيهِ مِنْ فَضْلِهِ، وَ لِيَتَسَبَّبُوا إِلَى رِزْقِهِ، وَ يَسْرَحُوا فِي أَرْضِهِ، طَلَباً لِمَا فِيهِ نَيْلُ الْعَاجِلِ مِنْ دُنْيَاهُمْ، وَ دَرَكُ الآجِلِ فِي أُخْرَاهُمْ بِكُلِّ ذَلِكَ يُصْلِحُ شَأْنَهُم

"چنانچہ اس نے ان کے لیے رات بنائی تاکہ وہ اس میں تھکا دینے والے کاموں اور خستہ کردینے والی کلفتوں کے بعد آرام کریں اور اسے پردہ قرار دیا تاکہ سکون کی چادر تان کر آرام سے سوئیں اور یہ ان کے لیے راحت و نشاط اور طبعی قوتوں کے بحال ہونے اور لذت وکیف اندوزی کا ذریعہ ہو اور دن کو ان کے لیے روشن و درخشاں پیدا کیا تاکہ اس میں (کاروکسب میں سرگرم عمل ہو کر) اس کے فضل کی جستجو کریں اور روزی کا وسیلہ ڈھونڈیں اور دنیاوی منافع اوراخروی فوائد کے وسائل تلاش کرنے کے لیے اس کی زمین میں چلیں پھریں۔ان تمام کارفرمائیوں سے وہ ان کے حالات سنوارتا ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:نِعْمَ الْعَوْنُ الدُّنْيَا عَلَى الآخِرَةِ "دنیاآخرت کے لئے ایک بہترین مددگاراور یاور ہے۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:مِنْ سَعَادَةِ الْمُسْلِمِ سَعَةُ الْمَسْكَنِ وَ الْجَارُ الصَّالِحُ وَ الْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ

"مسلمان کے لئے سعادت ہے گھر کا گشادہ اور وسیع ہونا،نیک اور صالح ہمسایہ کا ہونااور بہترین مرکب کا ہونا۔"

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:إن الإنسان إذا ادخر طعام سنته خف ظهره و استراح و كان أبو جعفر و أبو عبد اللَّه ع لا يشتريان عقدة حتى يحرزا طعام سنتهما "انسان جب ایک سال کے لئے کھانے پینے کی چیزیں ذخیرہ کرتا ہے تو اس کا دوش

ہلکا ہو جاتا ہے اور اطمئنان کی سانس لیتا ہے۔ اسی لئے ہے کہ امام باقراور امام صادق علیہما السلام جب تک سال کے کھانے کا بندوبست نہیں کرتے تھے تب تک باغ نہیں خریدتے تھے۔"

۲۔مال و دولت کی ضرورت

اسلامی اقتصادی نقطہ نظر سے بنیادی اصل تو یہ ہے کہ اموال کا مالک خدا کو جانیں، یہ خود ایمان باللہ کے نتائج میں سے ایک ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ اس اصل کے متعلق تاکید ہوئی ہے:وَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ وَ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطاً "اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب احاطہ رکھنے والا ہے۔"

اس بعد ان چیزوں کو استعمال کرنے کا امر ہو رہا ہے جو پاک اور حلال ہوں: يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَ لاَ تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِين "لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤاور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، یقیناًوہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

اس کے بعد نعمتوں کے شکر ادا کرنے کی ترغیب دلائی جارہی ہے اور شکر کرنے کی پاداش میں مزید نعمتیں بڑھانے کا بھی وعدہ کیا جارہا ہے:فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلاَلاً طَيِّباً وَ اشْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ "پس جو حلال اور پاکیزہ رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسے کھاؤاور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی بندگی کرتے ہو۔"

وَ إِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے خبردار کیا کہ اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا۔"

اور پھر حکم دے رہا ہے کہ اسراف نہ کریں، خرچ کرنے میں تقوی الہی کی رعایت کریں، طاغوتی راستے کو نہ اپنائیں اور صرف زر اندوزی اور مال جمع کرنے میں نہ رہیں بلکہ مقدس اہداف میں بذل اور انفاق کرنے سے دریغ نہ کریں:

وَ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَ غَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفاً أُكُلُهُ وَ الزَّيْتُونَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهاً وَ غَيْرَ مُتَشَابِهٍكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَ آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَ لاَ تُسْرِفُوا إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

"اور وہ وہی ہے جس نے مختلف باغات پیدا کیے کچھ چھتریوں چڑھے ہوئے اور کچھ بغیر چڑھے نیز کھجور اور کھیتوں کی مختلف ماکولات اور زیتون اور انار جو باہم مشابہ بھی ہیں اور غیر مشابہ بھی پیدا کیے، تیار ہونے پر ان پھلوں کو کھاؤ، البتہ ان کی فصل کاٹنے کے دن اس (اللہ) کا حق (غریبوں کو) ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو، بتحقیق اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَيِّباً وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ "بہر حال اب تم نے جو مال حاصل کیا ہے اسے حلال اور پاکیزہ طور پر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔" كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَ لاَ تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَ مَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَى "جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا بتحقیق وہ ہلاک ہو گیا۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ "اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو"

مال خرچ کرنے کا معیار

دین مبین اسلام کی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی اموال کو ایک خاص ہدف کی خاطر خرچ کرنا چاہیئے اللہ تعالی کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا مقصد مضبوط زندگی اور معاشرے کو خیر کی طرف لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہ جان لیں کہ مال خود ہدف نہیں ہے۔ خدا نے مالداروں کو اسراف و طغیان اور الہی حدود سے گزر جانے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے تاکہ نعمت سب کو مل جائے اور کوئی اس سے محروم نہ رہے، طمع اور اسراف کا قلع قمع ہوسکے۔ اس کی جگہ سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کے مواقع سب کو مل جائیں اور انفاق کی ثقافت معاشرے میں عام ہوسکے۔

زمانہ کے ساتھ چلنا

سہولتوں کے مواقع جس طرح بھی ہوں اچھے ہیں اور انسان کو چاہیئے کہ سہولیات کے حصول کے لئے نیک اور پسندیدہ راستوں کو اپنائے اور جد و جہد کرے ان سے فائدہ اٹھائے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ دیکھے کس زمانہ میں جی رہا ہے ائمہ معصومین کی سیرت میں ہمیں یہ بات بھی ملتی ہے کہ یہ ہستیاں اپنے زمانے کے مطابق زندگی گزارتی تھیں جیساکہ امام علی علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام کی طرز زندگی میں تفاوت ہے۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: إِنَّ أَهْلَ الضَّعْفِ مِنْ مَوَالِيَّ يُحِبُّونَ أَنْ أَجْلِسَ عَلَى اللُّبُودِ وَ أُلْبِسَ الْخَشِنَ وَ لَيْسَ يَتَحَمَّلُ الزَّمَانُ ذَلِك "میرے تنگ نظر دوستوں کی تمنا ہے کہ میں کھردرے فرش پر بیٹھ جاؤں اور سخت کپڑے پہن لوں لیکن

زمانے کا تقاضہ کچھ اور ہے۔"امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ : "جو پھل سب کھاتے ہیں وہ اپنے گھر والوں کو بھی دیں۔" امام صادق کی وہ سیرت جسے سفیان ثوری نے نقل کیا۔

مال و دولت کا غلط استعمال

مال و دولت کے غلط استعمال کا نام اسراف ہے اور اسراف یقیناً ایک بہت بڑی لعنت ہے اور یہی انسانی کی مفلسی و بدحالی میں گرنے کی وجہ بنتا ہے۔ انسانی فطرت پر اصولا جس چیز کی حکمرانی ہونی چاہیئے وہ میانہ روی اور اعتدال ہے اسراف کرنے والا انسان غیر معتدل انسان ہے۔ یہ انسان ان دو حالتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہے یا تو وہ ذہنی بیماری کا شکار ہے یا مادی مشکلات کی وجہ سے راہ اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے۔ اور دونوں حالتیں انسان کو تباہی کے کنویں میں گرا دیتی ہیں۔ خدا بھی فرماتا ہے کہ اسراف کرنے والوں کا انجام تباہی اور بربادی ہے:

وَ أَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ "اور تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔"

وَ لَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولاً كَذلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ "اور بتحقیق اس سے پہلے یوسف واضح دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آئے مگر تمہیں اس چیز میں شک ہی رہا جو وہ تمہارے پاس لائے تھے یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوا تو تم کہنے لگے: ان کے بعد اللہ کوئی پیغمبر مبعوث نہیں کرے گا اس طرح اللہ ان لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے جو تجاوز کرنے والے، شک کرنے والے ہوتے ہیں۔"

إِنَّ اللَّهَ لاَ يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ اللہ یقینا تجاوز کرنے والے جھوٹے کو ہدایت نہیں دیتا۔"قرآن کریم کے مطابق اسراف کا لازمہ فساد اور فتنہ ہے:

وَ لاَ تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَ لاَ يُصْلِحُونَ "اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔"

اور اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اسراف کے بعد ہلاکت بھی یقینی ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: من لم یحسن الاقتصاد، یھلکه الاسراف "جو اچھی طرح سے راہ اعتدال پر نہ چلے اسراف اسے ہلاک کرے گا۔"

پس خرچ کرنے میں راہ اعتدال سے غفلت کا نتیجہ نابودی ہے۔ نفسیاتی طور پر بھی اسراف گر خرچ کے میدان میں ناکام ہو کر ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے اور دنیا کی تمنائیں اس کے سرمایے کو راکھ کر دیتی ہیں، اسراف گر کبھی بھی اقدار انسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے اور اسی غفلت کے نتیجے میں وہ اپنے خالق کی نگاہ سے گر جاتا ہے اور اس کی محبت والفت کے سایے سے محروم ہو جاتا ہے: وَ لاَ تُسْرِفُوا إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

" اور فضول خرچی نہ کرو، بتحقیق اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

غربت کی حقیقت

میانہ روی اور معتدل راستے سے ہٹنے کا نتیجہ غربت وافلاس کے کنویں میں گرنا ہے۔ غربت اور فقر کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں۔ عام طور پر اس سے تنگ دستی' مفلسی اور ناداری مراد لی جاتی ہے۔ غربت یہ ہے کہ انسان زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم ہو یا ان سہولتوں سے محروم ہو جن سے انسان ترقی اور تکامل کی منزلوں کو طے کر سکتا ہے۔

احادیث میں غربت اور فقر کی جو مذمت کی ہے وہ اسی تعریف سے مربوط ہے، امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

الْفَقْرُ الْمَوْتُ الْأَكْبَرُ "فقر اور غربت سب سے بڑی موت ہے۔" وَ الْقَبْرَ خَيْرٌ مِنَ الْفَقْرِ "قبر غربت سے بہتر ہے۔" پس فقر ایک ایسا مرض ہے جو دھیرے دھیرے پورے مسلم معاشرہ کے بدن میں سرایت کر رہا ہے اور اگر جلد اس کا علاج نہیں کیا گیا تو اس کے نتائج بتھ ہی زیادہ سنگین ہونگے اس لئے کہ علم اقتصاد کے ماہرین کا خیال ہے کہ جس معاشرہ کی اکثریت غریب ہو وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ غربت تمام آفتوں اور اخلاقی برائیوں کی ماں ہے اور امیر بیان علیہ السلام کے فرمان کے مطابق سب سے کڑوا، حقیقی بدبختی اور خطاء و عصیان کے زیادہ ہونے کا عامل ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

الفقر مع الدَّين، الشقاء الاكبر "غربت اور افلاس قرض کے ساتھ سب سے بڑی شقاوت اور بدبختی ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: من قول لقمان لابنه يا بنيّ ذقت المرارات كلّها فلم أذق شيئاً أمرّ من الفقر

"لقمان کی اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحتوں میں سے ہے اے میرا بیٹا! میں نے تمام تلخیوں کا مزہ چکھا لیکن غربت جیسی کوئی تلخی نہیں ہے۔" امام علی علیہ السلام اپنے بیٹے حسن علیہ السلام سے فرماتے ہیں: لَا تَلُمْ إِنْسَاناً يَطْلُبُ قُوتَهُ فَمَنْ عَدِمَ قُوتَهُ كَثُرَ خَطَايَاهُ

"اس انسان کی ملامت اور سرزنش نہ کرے جو اپنی رزق و روزی کو تلاش کرتا ہے چونکہ جس کے پاس اپنی (اور اپنی گھر والے کے لئے) رزق و روزی نہیں ہے اس کی خطائیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔"

۲ء۵۔ غربت سے کفر تک کا سفر

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ غربت کا کفر سے بھی گہرا رابطہ ہے نادار انسان کا اعتقاد بھی کمزور ہوتا ہے اسی طرح انسان کی عبادتوں اور معنوی امور بھی متاثر ہو جاتے ہیں، اس کا نتیجہ اقدار کی موت ہے، یہ فقر کا وہ پہلو ہے جس کے منفی اثرات انسانی معاشرہ اور سماج کے ہر فرد پر مرتب ہوتے ہیں۔امام صادق علیہ السلام اپنے جد امجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْراً "قریب ہے کہ فقر کفر میں تبدیل ہو جائے۔"

۳۔ معیار سالانہ بجٹ

قرآن و حدیث کی روشنی میں ضرورتوں اور سہولتوں کا معیار سالانہ حساب ہے، دینی تعلیمات میں آیا ہے کہ اگر ایک انسان کے پاس ایک سال کا خرچہ ہو تو وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اسی سکون کے سایے میں اس کی مخفی قوتیں اور صلاحیتیں آشکار ہو سکتی ہیں وہ انسان معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے سوچ سکتا ہے۔ اسلام اس معیار کو قائم کرکے ایک سال تک کے لئے سہی فقر و ناداری کو ختم کرنے کے لیے انسانوں کو دعوت دیتا ہے؛ یعنی فقر و ناداری سے مقابلہ کرنے کے لئے کم از کم ایک سال کے لئے نان و نفقہ کا بندوبست ہو جائے۔ مسلمان حکمرانوں پر ضروری ہے کہ اس عظیم ہدف کے حصول کے لئے پروگرام بنائیں۔

وہ شخص جس کے لئے ایک سال کے نان و نفقہ کا بندوبست ہو جائے یا کم از کم پورا کرنے کی راہیں فراہم ہو جائیں مثلا کوئی نوکری یا روزگار مل جائے مالی لحاظ سے اسے کوئی پریشانی لاحق نہ ہوج تو وہ سماج میں عزت والے انسان کے طور پر رہتا ہے گھر میں بھی وہ ہر دلعزیز شخصیت ہوتا ہے، پیش آنے والے حادثات سے بخوبی نپٹ سکتا ہے اپنے بال بچوں اور شریک حیات کے لئے خوشی اور آرامش کا باعث بنتا ہے۔ یہیں سے اخلاقی برائیاں سماج سے مٹ سکتے ہیں، آبرو کی رکھوالی کا سامان فراہم ہو سکتا ہے۔ شرافت اور عزت کو بنیادی ضرورتوں اور فقر و ناداری پر قربان نہیں کیا جائے گا، طبقاتی فاصلے، ایک دوسرے پر شک و شبہ، ایک دوسرے کی توہین اور حقارت معاشرے میں عام نہیں ہو گی۔ اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا سکتا ہے کہ جناب شیخ حر عاملی نے وسائل الشیعہ کا پورا ایک باب اسی سے مخصوص کیا ہے اس باب کا عنوان یہ ہے:

باب جواز اعطاء المستحق من الزكاة ما يغنيه و انّه لاحدّ له فی الکثرة الاّ من یخاف منه الاسراف، فیعطی قدر کفایته لسنته

" مستحق کو کفایت کی مقدار تک زکات دینا جائز ہے زیادہ دینے کی کوئی حد نہیں جب تک اسراف کا خطرہ نہ ہو ایسی صورت میں اسے ایک سال کی کفایت کی حد تک دی جائے۔"

فلسفہ مال

اس نکتہ کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ انسان محور اور مرکز ہے تمام اشیاء انسان کی خدمت کے لئے ہیں جتنے بھی وسائل اور ذرائع اس کائنات میں موجود ہیں سب حضرت انسان کی خدمت کے لئے ہیں اور ساری ہستی انسان کے گرد گومتی ہیں۔ جب کہ سرمایہ داری سوچ کے مطابق مال محور ہے اور انسان توسیع سرمایہ کے لئے ایک آلہ کار ہے۔ اسلامی تعلیمات اس کے برخلاف ہے کہ نظام سرمایہ داری، اپنے لئے زیادہ کی چاہت، خرچ کرنے میں اسراف کرنا اور مال کے جمع و خرچ کرنے میں پروگرام کے بغیر قدم اٹھانا انسان کے لئے ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے، یہ کام معاشرے کو برائی اور فساد کے کنویں میں پھینکنے کے مترادف ہے اس سے سماج میں برائیاں جنم لیتی ہیں، اور بہت سے نفسیاتی اور معاشرتی بیماریوں کو وجود میں لانے کے لئے پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :وَ اعْلَمُوا أَنَّ کَثْرَةَ الْمَالِ مَفْسَدَةٌ لِلدِّینِ مَقْسَاةٌ لِلْقُلُوب " جان لیں کہ ! مال کا زیادہ ہونا دین کی تباہی اور سنگدلی کا باعث ہے۔"

اسلامی معیشت کا فلسفہ مال کے " قوام " ہونے پر مبنی ہے۔ اسی لئے پروردگار اسے بے وقوفوں کے ہاتھوں دینے سے منع کر رہا ہے اور انہیں صرف کھلانے پلانے اور پہنانے کا حکم دے رہا ہے :وَ لاَ تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَکُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَکُمْ قِیَاماً وَ ارْزُقُوهُمْ فِیهَا وَ اکْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلاً مَعْرُوفاً

"اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔"

پس مال قوام زندگی ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب مال بعض خاص لوگوں تک محدود نہ رہے اور سب کے ہاتھوں میں پہنچ جائے کہ اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی زندگی کو مضبوط کریں۔ اگر ایسا نہ ہو جائے تو مال کی افادیت ہی نابود ہو جاتی ہے اسی لئے اسے بے وقوفوں کے ہاتھوں دینے سے منع کیا کیونکہ بے وقوف کے لئے یہ قوام نہیں ہے بلکہ یہ لوگ غلط جگہ خرچ کرکے

اس عظیم سرمایہ کو جو کہ زندگی کا قوام اور سہارا ہے، نابود کریں گے۔ اسی لئے امام رضا علیہ السلام نے ربا اور سود کو مال کے ضیاع اور سماجی سہولتوں کی نابودی قرار دیا۔ آپ ع فرماتے ہیں:

وَ عِلَّةُ تَحْرِيمِ الرِّبَا لِمَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَنْهُ وَ لِمَا فِيهِ مِنْ فَسَادِ الْأَمْوَالِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا اشْتَرَى الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ كَانَ ثَمَنُ الدِّرْهَمِ دِرْهَماً وَ ثَمَنُ الآخَرِ بَاطِلًا فَبَيْعُ الرِّبَا وَ شِرَاؤُهُ وَكْسٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ عَلَى الْمُشْتَرِي وَ عَلَى الْبَائِعِ فَحَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَى الْعِبَادِ الرِّبَا لِعِلَّةِ فَسَادِ الْأَمْوَالِ كَمَا حَظَرَ عَلَى السَّفِيهِأَنْ يُدْفَعَ إِلَيْهِ مَالُهُ لِمَا يُتَخَوَّفُ عَلَيْهِ مِنْ إِفْسَادِهِ حَتَّى يُؤْنَسَ مِنْهُ رُشْدُهُ فَلِهَذِهِ الْعِلَّةِ حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ الرِّبَا وَ بَيْعُ الرِّبَا بَيْعُ الدِّرْهَمِ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَ عِلَّةُ تَحْرِيمِ الرِّبَا بَعْدَ الْبَيِّنَةِ لِمَا فِيهِ مِنَ الِاسْتِخْفَافِ بِالْحَرَامِ الْمُحَرَّمِ وَ هِيَ كَبِيرَةٌ بَعْدَ الْبَيَانِ وَ تَحْرِيمِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَهَا لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ مِنْهُ إِلَّا اسْتِخْفَافاً بِالْمُحَرَّمِ الْحَرَامِ وَ الِاسْتِخْفَافُ بِذَلِكَ دُخُولٌ فِي الْكُفْرِ وَ عِلَّةُ تَحْرِيمِ الرِّبَا بِالنَّسِيئَةِ لِعِلَّةِ ذَهَابِ الْمَعْرُوفِ وَ تَلَفِ الْأَمْوَالِ وَ رَغْبَةِ النَّاسِ فِي الرِّبْحِ وَ تَرْكِهِمْ لِلْقَرْضِ وَ الْقَرْضُ صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ وَ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنَ الْفَسَادِ وَ الظُّلْمِ وَ فَنَاءِ الْأَمْوَال

"اور سود کے حرام ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور اس لئے کہ اس میں مال کا نقصان ہے کیونکہ انسان جب ایک درہم کو دو درہموں میں خریدے گا تو ایک درہم تو ایک درہم کی قیمت ہوئی اور دوسرا درہم باطل اور بلا قیمت چلا جاتا ہے تو سود کی خرید و فروخت ہر حال میں نقصان دہ ہے خرید کرنے والے کے لئے بھی اور فروخت کرنے والے کے لئے بھی؛ اس لئے اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر سود حرام کر دیا کہ بس مال کا نقصان ہوتا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کسی ناسمجھ کو اس کا مال حوالہ کرنا منع ہے کہ کہیں اس کو ضائع نہ کر دے جب تک وہ سمجھدار نہ ہو جائے۔ تو اسی لئے اللہ تعالی نے سود اور سود کی خرد و فروخت اور ایک درہم کو دو درہم پر فروخت کرنا حرام کر دیا ہے اور ان دلیلوں کے بعد سود کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ تعالی کے حکم تحریم کا استخفاف کفر میں داخل کر دیتا ہے اور واضح بیان کے بعد سود لینا یا دینا استخفاف حکم باری تعالی کے سوا کچھ نہیں ہے اور حکم الہی کا استخفاف کفر میں داخل ہونا ہے اور ادھار اور قرض پر سود کی حرمت شاید اس لئے ہے کہ اس سے حسن سلوک ختم ہو جائے گا مال کا اتلاف ہو گا لوگوں کی نفع کی طرف رغبت بڑھے گی اور قرض لینا متروک ہو جائے گا اور قرض دینا خود ایک نیکی اور حسن سلوک ہے اور علاوہ بر این اس سود میں فساد، ظلم اور مال کا اتلاف بھی ہے۔"

اسی لئے ضرورت اس بات کی ہے کسی معاشرے میں مال اور سہولت کی اشیاء بعض خاص افراد تک محدود نہ رہ جائیں اور تمام لوگوں کی دسترسی میں پہنچ جائیں۔

۴۔ حمایت، ہمدردی اور حوصلہ کی ضرورت

انسان کی مادی ضرورتوں سے نمٹنے والے معتدل راستے کے اصولوں میں سے ایک، ایک دوسرے کو حوصلہ دینا ہے؛ اس لئے کہ اگر انسان کے لئے اس کی بنیادی ضرورتیں میسر ہوں اور دنیا طلب لوگوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے، تو اس کے دل میں کسی کے لئے کینہ و کدورت نہیں ہو گا بلکہ ایک دوسرے کی نسبت محبت اور الفت کا احساس کرے گا اور اس طرح اختلاف، کینہ، حسد اور کدورتیں قلع قمع ہو جائیں گے۔ تب انسان کمال کی طرف جانے کا سوچ سکتا ہے اور اسی لئے کہ معتدل راستے کی معرفت اور اس پر چلنا ضروری ہے۔

اسی لئے کسی کا کہنا ہے:

"انسان کسی دوسرے کے لے اور کچھ نہیں کر سکتا، سوائے اس کا حوصلہ بڑھانے کے۔ میں نے جتنے لوگوں کو ٹوٹتے دیکھا، فقط اس لئے کہ رشتوں اور دوستوں کے ہجوم میں کسی نے ان کو یہ نہیں کہا کہ حوصلہ کر یار، اللہ کرم کرے گا۔ یقین کریں بہت طاقت ہے اس ایک جملے میں۔"

جب تک ہم کسی کے ہمدرد نہیں بنتے تب تک درد ہم سے اور اور ہم درد سے جدا نہیں ہو سکتے۔ پس اگر راہ اعتدال سے منحرف ہو جائے تو معاشرے سے امن اور سلامتی چلی جائے گی، الفت بھائی چارگی اور محبت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، انسان ایک دوسرے کے ساتھ حیوانوں جیسی رفتار کرے گا۔ جیسا کہ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ وَ سِبَاعٌ ضَارِيَةٌ يَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا وَ يَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا وَ يَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ وَ أُخْرَى مُهْمَلَةٌ قَدْ أَضَلَّتْ عُقُولَهَا وَ رَكِبَتْ مَجْهُولَهَا سُرُوحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُقِيمُهَا وَ لَا مُسِيمٌ يُسِيمُهَا سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَىوَ أَخَذَتْ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا وَ غَرِقُوا فِي نِعْمَتِهَا وَ اتَّخَذُوهَا رَبّاً فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَ لَعِبُوا بِهَا وَ نَسُوا مَا وَرَاءَهَا رُوَيْداً يُسْفِرُ الظَّلَامُ كَأَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْأَظْعَانُ يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَق

"دنیا دار افراد صرف بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جہاں ایک دوسرے پر بھونکتا ہے اور طاقت والا کمزور کو کھا جاتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل ڈالتا ہے۔ یہ سب جانور ہیں جن میں بعض بندھے ہوئے ہیں اور بعض آوارہ جنہوں نے اپنی عقلیں گم کر دی ہیں اور نا معلوم راستہ پر چل پڑے ہیں۔ گویا دشوار گذار وادیوں میں مصیبتوں میں چرنے والے ہیں جہاں نہ کوئی چرواہا ہے جو سیدھے راستہ پر لگا سکے اور نہ کوئی چرانے والا ہے جو انہیں چرا سکے۔ دنیا نے انہیں گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا ہے اور ان کی بصارت کو منارہ ہدایت کے مقابلہ میں سلب کر لیا ہے اور وہ حیرت کے عالم میں سر گرداں ہیں اور نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دنیا کو اپنا معبود بنا لیا ہے اور وہ ان سے کھیل رہی ہے اور وہ اس سے کھیل رہے ہیں اور سب نے آخرت کو یکسر بھلا دیا ہے۔

ٹھہرو! اندھیرے کو چھٹنے دو۔ایسا محسوس ہوگا جیسے قافلے آخرت کی منزل میں اتر چکے ہیں اور قریب ہے کہ تیز رفتار افراد اگلے لوگوں سے ملحق ہو جائیں۔"

نتیجہ :

انسان کی فردی زندگی کی کچھ ضرورتیں ہیں جیسے خوبصورت لباس، ظاہری آراستگی، مناسب گھر، جسم کی سلامتی کے لئے صفائی کا خاص خیال رکھنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا وغیرہ۔

انسان کے ان تمام ظاہری آداب کا باطن کے ساتھ گہرا رابطہ ہے۔اسی لئے شرع مقدس نے ان آداب کو نماز روزہ وغیرہ کے لئے مستحب قرار دیا مثلا نماز سے پہلے مسواک کرنا اور خوشبو لگانا وغیرہ۔

خداوند متعال اس کائنات کو انسان کے لیے بنایا ہے اور اِس میں اُس کی مادی ضرورتیں رکھ دی ہے اور ضروریات زندگی کا پورا کرنا اُس پر واجب ہے۔ اگر انسان مادی ضرورتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا تو اس دنیا میں غریب و مفلس رہے گا۔جبکہ غربت ایک مذموم صفت ہے اس سے بچنے کے لئے اسلام نے میانہ روی، راہ اعتدال اور کسب وکار کا حکم دیا ہے۔

فہرست منابع

قرآن مجید

نہج البلاغہ

١. ابن بابویہ، ابی جعفر محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، مترجم : سید حسن امداد صاحب، کراچی، الکساء پبلیشرز، طبع : قریشی آرٹ پریس ناظم آباد کراچی۔
٢. ابن حیون، نعمان بن محمد، شرح الأخبار فی فضائل الائمۃ الأطہار علیہم السلام، قم، موسسۃ النشر الاسلامی، طبع : ثانیۃ
٣. ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ، بیروت لبنان، ناشر موسسہ الاعلمی للمطبوعات، طبع : ١٤٢٣ھ - ٢٠٠٢م
٤. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب علیہم السلام، المکتبہ الحیدریہ
٥. اربلی، علی بن عیسی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، بیروت، مرکز الطباعۃ والنشر للمجمع العالمی لاھل البیت، طبع : ١٤٣٣ھ - ٢٠١٢م
٦. برقی، ابو جعفر، احمد بن محمد بن خالد، المحاسن (للبرقی)، قم (ایران)، دار الکتب الاسلامیہ

۷. بروجردی، آقا حسین طباطبایی، جامع احادیث الشیعۃ، قم، المہر، ۱۴۲۲ھ

۸. حر عاملی، شیخ محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، ترجمہ: محمد حسین ڈھکو، سرگودھا، مکتبۃ السبطین، طبع اول: مارچ ۲۰۰۱ء، طبع دوم: جولائی ۲۰۱۲ء

۹. حلّی، رضی الدین، علی بن یوسف بن مطہر، العدد القویۃ لدفع المخاوف الیومیۃ، قم (ایران)، مکتبۃ آیۃ المرعشی العامۃ، طبع: مطبعۃ سید الشہداء، تاریخ طبع: ۱۴۰۸ھ ق

۱۰. حمیری، عبداللہ بن جعفر، قرب الإسناد، قم، موسسۃ آل البیت، طبع: ۱۴۲۳ھ

۱۱. راوندی، قطب الدین، دعوات الراوندی، قم، مدرسۃ الامام المہدی (ع)، طبع: ۱۴۰۸ھ

۱۲. طبرسی، رضی الدین، مکارم الأخلاق؛ ص۹۷، قم، ایران، صبح پیروزی، ۱۳۹۳

۱۳. طوسی، ابو جعفر، محمد بن حن، الأمالی، قم (ایران)، قسم الدراسات الاسلامیۃ۔ موسسۃ البعثۃ، طبع اول: ۱۴۱۴ھ

۱۴. طوسی، محمد بن الحسن، (۱۴۱۱ق) مصباح المتہجد وسلاح المتعبد، بیروت: مؤسسہ فقہ الشیعہ، چاپ اول

۱۵. فیض کاشانی، محمد محسن بن شاہ مرتضی، الوافی، اصفہان (ایران)، مکتبۃ الامام امیر المومنین علی العامۃ، چاپ: اول ۱۴۰۶ق

۱۶. کلینی رازی، محمد بن یعقوب، الکافی، بیروت لبنان، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات

۱۷. نوری، محدث، میرزا حسین، مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، قم، موسسۃ آل البیت لاحیاء التراب، تاریخ طبع: ۱۴۰۸ھ